مفتی محمد فرید زروبویؒ کی فقہی خدمات اور "فتاوی" میں ان کا منہج

Contribution of Mufti Muhammad Farid in Fiqh and His Methodology in Fatawa

محمد کامران*

ڈاکٹر جنید اکبر**

Abstract

Mufti Muhammad Farid (d.2005) was one of the finest muftis in Kyber Pakhtonkhwa. His excellence in Fiqh Hanfi and Ifta can be well demonstrated through his fatwas. The trust among the people of Khyber Pakhtunkhwa is the result of his fatwas. He has served Hanafi jurisprudence for more than half a century. The number of his fatwas preserved in the records of the Darul Uloom Haqqania Akora Khattak is up to Fifty Thousand. He has also served as a judge and official mufti during the Taliban government in Afghanistan. This article discusses his brief biography, followed by a detail analysis of his contributions. Later on, the article focuses on his great fatwa by describing the characteristics and methodology used in that fatwa. The article summarizes his style of fatwa and concludes that his fatwas were short, in general, and were adorned with appropriate rules and conditions, while supporting his answer by strong arguments from Qurna, Sunnah and Fiqh, when needed. There are also many fatwas on modern issues. A good tradition of acknowledging current facts has been established in his fatwa.

Keywords:Mufti, Muhammad Farid, Darul uloom Haqqania, Fatawa, Faridia, Fiqh Hanafi.

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور۔

** سپروائزر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور۔

تمہید

کچھ عرصہ سے پوری دنیا نے پاکستانی مدارس کو بالعموم اور صوبہ خیبر پختونخوا کے مدارس اور فقہی مراکز کو بالخصوص اپنی تحریروں، تقریروں اور تحقیقات کے لیے موضوع بنایا ہوا ہے۔ مغربی میڈیا میں اس بارے میں کثرت سے شائع ہونے والے مضامین اس بات کی بخوبی عکاسی کرتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق صرف "واشنگٹن پوسٹ" کے ادارتی صفحات پر ۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء سے ۳۰ اپریل ۲۰۰۹ء تک "پاکستانی مدرسہ اور سماج" کو ۲۷۸ مرتبہ مختلف مضامین کے عنوانات کے لیے منتخب کیا گیا۔[1]

ان محققین کا خیال ہے، کہ مدرسوں کے عمومی مزاج میں فقہاءِ کرام کے فتوؤں کا بڑا عمل دخل ہے، اس لیے کہ اس صوبہ کے عوام کی اکثریت حنفی ہونے کی وجہ سے اپنے روزمرہ کے معاملات میں یہاں کے فقہاء کرام سے رہنمائی لیتے رہتے ہیں۔ یہ مغربی محققین ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ صوبہ خیبر پختون خوا کے حالات کے ساتھ پڑوس میں واقع ملک افغانستان کے حالات سے بھی واقف ہو سکیں۔ لیکن دور بیٹھے ثانوی ذرائع سے معلومات حاصل کرنے والے ان محققین کے لیے فقہاءِ کرام کی زندگی اور حالات کو سمجھنے میں بڑی دقت پیش آرہی ہے۔ سوال یہ ہے، کہ ان محققین کے لیے یہاں کے فقہاءِ کرام کی زندگی تک رسائی کیسے ممکن ہو؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا، مذکورہ مضمون کا اصل محرک ہے، جس کے لیے صوبہ خیبر پختونخوا کے حالات پر اپنے 'فتاویٰ" کے ذریعہ کافی حد تک اثر انداز ہونے والے مفتی محمد فرید زروبوی صاحبؒ کو بطورِ مثال منتخب کیا گیا ہے، کیونکہ آپؒ صوبہ خیبر پختونخوا اور افغانستان دونوں میں مقبول قاضی اور مفتی کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ چنانچہ اس مضمون میں آپؒ کا فقہی منہج، مزاج، خصوصیات اور خدمات کے بارے میں تذکرہ ہو گا۔

مفتی محمد فریدؒ کا تعارف

مفتی صاحبؒ اپریل ۱۹۲۶ء کو مولانا حبیب اللہؒ کے ہاں "زروبوی" ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد صوبہ خیبر پختونخوا کے بڑے جیّد عالم دین تھے۔ آپؒ کے دادا حکیم مولانا امان اللہ صاحبؒ جیّد عالم ہونے کے ساتھ صوفی مزاج بزرگ بھی تھے، آپؒ علم النحو میں شہرت رکھتے تھے، جس کی وجہ سے دور دراز کے طلباء کرام آپؒ کے دادا سے علم النحو سیکھنے آتے تھے۔[2]

آپؒ ایک ماہر مدرس ہونے کی وجہ سے ملک بھر اور افغانستان کے طلبہ اکثر آپؒ سے علوم وفنون میں استفادہ کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے آپؒ کو فقیہانہ مزاج عطا کیا ہوا تھا، جس کا اندازہ آپؒ کے فتاویٰ جات سے

بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں معاشرے کے مسائل کا حل خوش اسلوبی سے پیش کیا گیا ہے، اس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے مطبوعہ فتاوی جات آج بھی عوام اور خواص کے لیے مرجع ہیں۔[3]

آپؒ صوبے کی قدیم اور عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جس کی عظمت اور قبولیت پاکستان میں خصوصی طور پر اور عالمِ اسلام میں عمومی طور پر مسلم ہے، کے دارالافتاء کے رئیس تھے۔ صدر مفتی ہونے کی وجہ سے آپؒ کے فتاوی جات سند اور اتھارٹی کا درجہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا کے معاشی، عائلی اور سیاسی مسائل میں آپؒ کے بیان کردہ فتاوی جات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

آپؒ کی آمد سے قبل دارالافتاء کا شعبہ باقاعدہ طور پر موجود نہیں تھا، آپؒ کے بعد دارالعلوم میں افتاء کا کام شروع ہو گیا اور ہزاروں کی تعداد میں سائلین اپنے مسائل کے تسلی بخش جوابات پاتے۔ جو عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر مشتمل ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ دیئے گئے ماہنامہ "الحق" میں مقالات "فتاوی حقانیہ" میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔[4]

۳۱سالہ دورانیے میں آپؒ نے تقریباً ایک لاکھ فتاویٰ دیئے۔[5] دارالعلوم کے ریکارڈ کے مطابق پچاس ہزار کے قریب فتاویٰ جات محفوظ ہیں ۔[6]

اس کے علاوہ آپؒ افغانستان میں طالبان کے دورِ حکومت میں وہاں کے قاضی القضاۃ اور سرکاری مفتی کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دے چکے ہیں، جس سے ان علاقوں پر آپؒ کے فقہی اثر رسوخ کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔[7]

مدرس اور فقیہ ہونے کے ساتھ آپؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم صوفی، بزرگ اور مولانا عبد المالک صدیقی صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز بھی تھے جنہوں نے ۱۹۵۸ء میں آپؒ کو خلافت بھی عطا کی تھی۔[8]

آپؒ ۲۱ مئی ۲۰۰۵ء کو وفات پا گئے، اور اپنے مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ زروبوی صوابی میں مدفون ہیں۔[9]

تعلیم و تربیت

مفتی صاحبؒ نے اپنے علاقہ میں ششم جماعت تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، دینی علوم کی ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحبؒ سے پڑھی۔ پھر مفتی عبد الدیانؒ، مولانا عبد الرزاقؒ شاہ منصوری، مولانا محمد نذیرؒ چیکسری اور مولانا خان بہادرؒ المعروف مارتونگ ملاؒ سے ریاضی، منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھی۔[10] فنون کی کتابوں سے فراغت کے بعد آپؒ نے مولانا نصیر الدینؒ غورغشتوی اور مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ سے علمِ حدیث میں کسبِ فیض کیا، اور ۱۹۵۲ء میں فراغت حاصل کی۔[11]

آپؒ کے شاگردوں میں مردان تبلیغی مرکز کے امیر مولانا حبیب الحق صاحب المعروف شوے مولوی صیب، امیر جمیعت علماء اسلام مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مفتی سیف اللہ حقانی صاحب جامعہ حقانیہ، مولانا جلال الدین حقانیؒ افغانستان، مولانا سید عبد الباری آغا بلوچستان، مولانا گوہر شاہ چارسدہ، مفتی غلام الرحمٰن پشاور، مولانا محمد ادریس تنگی چارسدہ، مولانا عبد القیوم حقانی نوشہرہ، قاضی فضل اللہ امریکہ، امیر المؤمنین ملّا عمرؒ اور سینیٹر مولانا گل نصیب خان قابلِ ذکر ہیں۔[12]

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد اپنے علاقہ زروبوی صوابی میں ایک سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے، اس کے بعد جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کے منتظمین کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے، یہاں سات سال تک طلباء کی ایک بڑی تعداد نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ یہاں رہ کر آپؒ نے جن کتابوں کی تدریس کی، ان میں مطول، قاضی، سلم العلوم، صدرا، شرح الجامی، تفسیر البیضاوی، مشکوۃ المصابیح، ہدایہ، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، اور صحیح مسلم کی کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔[13]

کچھ وجوہات کی وجہ سے دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ تشریف لے گئے، یہاں آپؒ نے حدیث کی تدریس اور افتاء کی خدمات سرانجام دیں، اور چھ سال تک استاد حدیث اور صدر المدرسین کی حیثیت سے چارسدہ کے عوام نے بالخصوص اور خیبر پختونخوا کے عوام نے بالعموم آپؒ سے استفادہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

چارسدہ کے بعد واپس دارالعلوم اسلامیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے، لیکن مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ اور مولانا عبد المالک صدیقیؒ کی خواہش اور مولانا عبد الحقؒ کی دعوت پر ۱۹۶۶ء میں آپؒ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ تشریف لے گئے، اور ۱۹۹۵ء تک تقریبا تیس سال دارالعلوم میں درس و تدریس کی خدمات سرانجام دی۔ یہاں رہ کر مختلف علوم اور فنون زیرِ درس رہے، جن میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں شامل ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں آپؒ پر فالج کا حملہ ہوا، تو آپؒ مزید درس و تدریس اور افتاء کی خدمات سرانجام دینے سے قاصر رہے، لہٰذا دارالعلوم حقانیہ کو چھوڑ کر اپنے آبائی علاقہ میں گوشہ نشین ہوگئے۔ اس زمانے میں بھی اپنے علاقہ میں قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ زروبوی صوابی کی نگرانی اور سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔[14]

مفتی محمد فرید صاحبؒ کی تصانیف:

آپؒ مدرس اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ مصنف بھی تھے، چنانچہ آپؒ کے قلم نے آپؒ کے علم کو تشنگانِ علوم کے سامنے ایسی شاہکار کتابوں کی صورت میں پیش کیا، کہ جن سے آج بھی ایک خلقِ کثیر مستفید

ہو رہی ہے۔ آپؒ کی مشہور کتابوں میں:

1. منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی: یہ پانچ جلدوں پر مشتمل سنن ترمذی کے پہلے حصہ کی شرح ہے، یہ عربی زبان میں حدیث اور فقہ کے مباحث کا ایک مفید مجموعہ ہے۔ پہلی مرتبہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور سے چھپی ہے، اور اب الفرید اکیڈمی صوابی سے اعلی طباعت کے ساتھ چھپ چکی ہے۔
2. ھدایۃ القاری علی صحیح البخاری: یہ عربی زبان میں صحیح البخاری کے معتبر شروحات کا ملخص ہے۔ یہ مولانا ابو محمد ولی زمان کی تحقیق کے ساتھ الفرید اکیڈمی صوابی نے ۲۰۱۱ء میں ایک جلد میں شائع کی گئی ہے۔
3. فتح المنعم شرح مقدمۃ المسلم: عربی کے اس رسالہ میں صحیح مسلم کے مقدمہ کے مباحث کو انتہائی تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ بھی الفرید اکیڈمی صوابی سے چھپ چکا ہے۔
4. مسائلِ حج: یہ پشتو زبان میں حج کے مباحث اور مسائل کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے۔
5. سلسلہ مبارکہ: یہ رسالہ تصوف کے بارے میں ہے، جو تین زبانوں (اردو، پشتو اور فارسی) میں الفرید اکیڈمی صوابی سے چھپ چکا ہے۔
6. الفرائد البھیۃ الی احادیث خیر البریۃ: یہ رسالہ الفرید اکیڈمی صوابی سے عربی زبان میں طبع ہے، جس میں اصولِ حدیث کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔[15]
7. البشری لأرباب الفتوی۔
8. فتاوی دارالعلوم دیوبند پاکستان المعروف فتاوی فریدیہ شامل ہیں۔

چوں کہ آخر الذکر دو کتابیں اس مضمون کے ساتھ براہِ راست متعلق ہیں، اس لیے یہاں ان دونوں کا کچھ تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

البشری لأرباب الفتوی کا تعارف

یہ کتاب "فتاوی فریدیہ" جلد اول کے شروع میں چھپی ہے، اور الگ سے الفرید اکیڈیمی دارالعلوم صدیقیہ زروبوی صوابی سے بھی عربی زبان میں چھپی ہے، اور مفتی عبد الوہاب منگلوری کی تحقیق اور اردو ترجمہ کے ساتھ بھی الفرید اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں کل دس فصلیں ہیں۔ فصلِ اول میں افتاء کا معنی، حقیقت، حکم اور حکمت کو بیان کیا گیا ہے۔ فصلِ دوم میں افتاء کی فضیلت اور احتیاط کا ذکر کیا گیا ہے۔ فصلِ سوم میں کتبِ فتاوی کے اندر مفتی بہ قول کی نشان دہی کے لیے استعمال کیے گئے الفاظ کا تذکرہ ہے۔ فصلِ چہارم میں ان الفاظ کے درجات کو جاننے کے بارے میں ضابطہ بیان کیا گیا ہے، اور اسی ضمن میں فقہاء کے طبقات بھی

مذکور ہیں۔ فصلِ پنجم میں رسم المفتی کا بیان ہے۔ فصلِ ششم میں ان مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے، جہاں مرجوح قول یا اپنے امام کے علاوہ دوسرے ائمہ کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے۔ فصلِ ہفتم میں نئے مسائل کے متعلق فتوی دینے کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ فصلِ ہشتم میں مفتی کے احکام اور آداب کا تذکرہ ہے۔ فصلِ نہم میں مستفتی کے احکام اور آداب کا تذکرہ موجود ہے۔ اور فصلِ دہم میں امام ابو حنیفہؒ کے حالات ہیں۔

فتاوی فریدیہ کا تعارف

کسی بھی مفتی کی فقہی خدمات اور مزاج کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے دیئے گئے تحریری اور زبانی "فتاوی" کے بارے میں تعارف حاصل ہو جائے، کیوں کہ قاضی اور مفتی کے مزاج کو ان کے فیصلوں اور فتوؤں کی روشنی میں جانا جاتا ہے۔ اس غرض کے لیے یہاں "فتاوی فریدیہ" کا کچھ تعارف پیش کیا جاتا ہے، تاکہ مفتی محمد فرید صاحبؒ کی فقہی خدمات اور مزاج کے بارے میں آگاہی حاصل ہو سکے۔

یہ "فتاوی" دارالعلوم صدیقیہ زروبوی ضلع صوابی سے نو جلدوں میں چھپا ہے۔ جن کے تمام فتاوی جات مفتی محمد فرید صاحبؒ کے جاری کردہ ہیں۔ اس فتاوی میں مفتی صاحبؒ کے ان فتاوی جات کو جمع کیا گیا ہیں، جو آپؒ نے جامعہ اسلامیہ چارسدہ اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اپنے قیام کے دوران جاری کیے تھے، ایک محتاط اندازے کے مطابق مفتی صاحبؒ کے جاری کردہ فتاوی جات کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے۔[16]

اس فتاوی کے پہلے چھ جلدوں کی ترتیب اور تخریج کا کام مفتی محمد وہاب منگلوری نے مفتی سیف اللہ حقانی کی نگرانی میں سرانجام دی ہے، اور بقیہ چار جلدوں کی ترتیب اور تخریج کا کام مفتی انور شاہ اور مفتی احمد عباس نے کیا ہیں۔ جبکہ مفتی محمد فرید صاحبؒ کے بیٹے مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نے فتاوی کے اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ مفتی محمد فرید صاحبؒ کے باقی فتاوی پر بھی ترتیب اور تخریج کا کام شروع ہے، جو ان شاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آجائے گا۔[17]

اس فتاوی کا اصل نام "فتاوی دارالعلوم دیوبند پاکستان" ہے۔ آپؒ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے "فتاوی فریدیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

فتاوی فریدیہ کی ترتیب

پہلی جلد کے شروع میں مولانا حافظ حسین احمد ابن مفتی محمد فرید صاحبؒ کا مقدمہ موجود ہے، جس میں مفتی صاحبؒ اور فتاوی فریدیہ کا مختصر تعارف کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مفتی محمد فرید صاحبؒ کے کچھ کلمات مذکور ہیں، جن میں آپؒ نے دارالعلوم حقانیہ میں درس و تدریس شروع کرنے کی وجہ اور اسی عرصہ میں اپنی مختلف

تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر مفتی صاحبؒ کا مشہور رسالہ "البشری لأرباب الفتوی" کو طلبہ اور مفتیانِ کرام کے فائدہ کے لیے اس جلد کے شروع میں لگایا ہے۔ اور پھر مفتی محمد وہاب منگلوری کا ایک وقیع مقدمہ ہے، جس میں فتاوی فریدیہ کی ترتیب، خصوصیات، مفتی صاحبؒ کے فتاوی جات کی تعداد اور مفتی صاحبؒ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جلد اول کے مضامین میں کتاب الایمان والعقائد، کتاب الفرق، کتاب العلم، کتاب ماتیعلق بالقرآن والتفسیر، کتاب ماتیعلق بالحدیث والسنۃ، کتاب السنۃ والبدعۃ، کتاب الذکر والدعاء والصلوۃ علی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کتاب التصوف والسلوک، کتاب الطب والرقیۃ والتعویز، کتاب الرؤیا وتعبیرھا، کتاب السیر والمناقب، کتاب السیاسۃ اور آخر میں "مسائل شتی" کے عنوان سے مختلف مسائل ذکر کیے ہیں۔ یہ جلد ۶۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد میں کتاب الطہارت، کتاب الصلوۃ اور آخر میں "مسائل شتی" کے عنوان سے مختلف مسائل مذکور ہیں۔ اس جلد میں کل صفحات ۶۷۸ ہیں۔

جلد تین کے شروع میں کتاب الصلوۃ کے بقیہ حصہ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ اور آخر میں "مسائل شتی" کے عنوان سے مختلف مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ جلد ۵۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

چوتھی جلد میں کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح اور آخر میں "مسائل شتی" کے عنوان سے مختلف مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ جلد ۵۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

پانچویں جلد میں کتاب النکاح کا بقیہ حصہ اور کتاب الطلاق کے تفصیلی مسائل مذکور ہیں۔ اس جلد کے صفحات ۶۰۷ ہیں۔

چھٹی جلد میں کتاب الطلاق کے بقیہ مسائل، کتاب الأیمان، کتاب الوقف، کتاب الجہاد، کتاب الحدود والتعزیرات، کتاب القصاص، کتاب الدیۃ والکفارۃ اور المرتد شامل ہیں۔ اس جلد کے کل صفحات ۶۴۰ ہیں۔

ساتویں جلد میں کتاب البیوع، کتاب الوکالۃ ولکفالۃ ولاحوالۃ، کتاب القضاء والدعوی، کتاب الشہادۃ والیمین، کتاب الصلح والاقرار، کتاب المضاربۃ، کتاب الشرکۃ اور کتاب الاجارۃ کے متعلق مسائل ہیں۔

آٹھویں جلد کتاب الھبۃ، کتاب الودیعۃ، کتاب العاریۃ، کتاب اللقطۃ، کتاب الغصب، کتاب الشفعۃ، کتاب الشفعۃ، کتاب الرھن، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعۃ، کتاب احیاء الموات، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیۃ اور کتاب الحظر والاباحۃ پر مشتمل ہے۔

نویں جلد میں کتاب الحظر والاباحۃ کے بقیہ مسائل مذکور ہیں۔

فتاوی فریدیہ کی خصوصیات اور منہج

فتاوی فریدیہ کی خصوصیات اور منہج کو مندرجہ ذیل نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے:

1. اس فتاوی کے مسائل کو موضوع کی مناسبت سے مختلف کتابوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اور پھر ہر کتاب کو ذیلی ابواب میں تقسیم کرکے قاری کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے۔
2. بعض جوابات انتہائی مختصر ہونے کے باوجود مسئلہ کی مکمل وضاحت کے لیے کافی ہیں۔
3. سوال کرنے والے نے سوال کرتے وقت واقعہ اور صورتِ حال کو جس انداز سے بیان کیا ہے، فتاوی میں اس کو اسی انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ جوابات میں مفتی محمد فرید صاحبؒ کے الفاظ کو بعینہ نقل کیا گیا ہیں۔
4. سوال پوچھنے والے کے مکمل کوائف بھی سوال کے ساتھ مذکور ہیں، تاکہ حقیقتِ حال کا صحیح اندازہ لگانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔
5. عام طور پر فقہی کتابوں کو کتاب الطہارت سے شروع کیا جاتا ہیں، لیکن یہاں فقہی کتابوں کے برعکس پہلی جلد میں کتاب الایمان والعقائد سے شروع کیا ہے۔
6. یہ فتاوی مفتی محمد فرید صاحبؒ کی نظرِ ثانی کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔[18]
7. حوالات جات کے لیے فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتابوں کا اہتمام کیا گیا ہے، مثلا: فتاوی شامی، فتاوی عالمگیری، البحر الرائق اور بدائع الصنائع۔
8. مفتی صاحبؒ کے فتاوی جات میں نرمی اور سہولت کا عنصر غالب ہے، لیکن اس کے باوجود بعض مسائل میں کسی قدر شدت اختیار کی ہے، مثلا: فرقوں کے بیان میں اور لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں۔[19]
9. تصوف اور سلوک کے متعلق مسائل اکثر فقہی کتابوں میں نہیں ملتے، لیکن مفتی صاحبؒ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم صوفی بھی تھے، اس لیے تصوف کے بارے معلومات حاصل کرنے کے لیے "فتاوی فریدیہ" کا مطالعہ مفید ثابت ہوسکتا ہے۔[20]
10. اس فتاوی کی ایک خصوصیت یہ ہے، کہ اس میں سیاست پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے، جس میں سیاست کا معنی، ووٹ کی شرعی حیثیت، مذہب اور سیاست کا باہمی تعلق، کمیونزم اور سوشلزم کی تشریح اور احکام وغیرہ جیسے مسائل پر کلام کیا گیا ہے۔[21]
11. اکثر لوگ بیماری اور پریشانی میں دم درود یا تعویز کا سہارا بھی لیتے ہیں، جس کے بارے میں رائے دیتے وقت اکثر افراط اور تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ اس بارے میں مفتی صاحبؒ کی معتدل رائے کو ایک معتبر مقام حاصل ہے، لہذا دم اور تعویز

کے بارے میں مفتی صاحبؒ کا کلام دیکھنے کے قابل ہے۔[22]

12. فقہی کتابوں اور فتاوی میں عموماً عبادات کے بارے میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات ہوتے ہیں، لیکن "فتاوی فریدیہ" میں دیگر علوم کے ساتھ اصولِ حدیث کے متعلق بھی کئی سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں، جن سے راویوں کی تعداد کے لحاظ سے احادیث کی اقسام، صحت اور ضعف کے اعتبار سے احادیث کا مرتبہ، بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق یا ترجیح اور متن میں اضطراب اور شذوذ کے اعتبار سے احادیث کے مقام کو جاننے کے بارے میں خاطر خواہ مواد موجود ہیں۔[23]

مفتی صاحبؒ کی فقہی خدمات اور مزاج

کسی بھی مفتی اور مصلح کے لیے مناسب فقہی استعداد اور علمی صلاحیت کے ساتھ ساتھ یہ بات ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے عرف، مزاج اور معاملات سے بخوبی واقف ہوں، لوگوں کے عادات، اخلاق اور مشکلات سے واقف ہونا ہی فتوی کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

"يفتى بقول أبي يوسف فيما يتعلق بالقضاء لكونه جرّب الوقائع وعرف أحوال الناس"[24]

قضاء کے معاملات میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جائے، اِس لیے کہ انہیں نئے نئے واقعات کا تجربہ تھا، اور وہ لوگوں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو اپنی خدمات کی ادائیگی کے لیے ایک موئثر پلیٹ فارم میسر ہو، کیوں کہ معاشرے میں ان کی رائے تب معتبر ہوتی ہے، کہ جب وہ ان صفات سے مزین ہوں۔ مفتی محمد فریدؒ کو یہ صفات بہت اعلی صورت میں حاصل تھی۔

آپؒ کے فتاوی کو دیکھ کر آپؒ کے فقہی مزاج کو یُوں بیان کیا جاسکتا ہے:

فتاوی کے ساتھ مناسب قیود اور شرائط:

آپؒ کے فتاوی جات مناسب قیود اور شرائط سے مزین ہوتے تھے، جس کی وجہ سے کوئی ان سے غلط استدلال نہیں کر سکتا تھا، گویا آپؒ کے فتاوی قانونی دستاویز کی حیثیت رکھتے تھے۔ دم اور تعویز کے بارے میں لوگ افراط اور تفریط کا شکار ہیں، بعض لوگ اس کو بالکل شرک قرار دیتے ہیں، اور بعض کے ہاں ہر قسم کی تعویز جائز ہے۔ اس ضمن میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ: "ہمارے ہاں ایک مولانا کہتے ہیں کہ تعویز لٹکانا حرام، شرک اور ناجائز ہے، خواہ قرآنی آیات ہوں، یا آسماء ربانی۔ شرعاً اس کا حکم بتادیں۔" جواب: "ناجائز تعویز حرام ہے، اور جائز تعویز جس میں قرآن وغیرہ کلمات مسطور ہوں، جائز ہے۔"[25]

اب اس جواب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ مفتی صاحبؒ کا جواب کس قدر قانونی اور اصولی ہے۔ جس سے کوئی بندہ غلط استدال نہیں کر سکتا۔

فتاوی کا مختصر ہونا:

اکثر جواب لکھتے وقت آپؒ سوال کو دوبارہ دہراتے نہیں تھے، بلکہ صرف جواب لکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے فتاوی جات عموماً مختصر ہوتے تھے۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ:

"ایک مسجد میں قرآن کے ختم کے لیے امام کھڑا ہے، جبکہ دوسری جانب تراویح بغیر ختم کے پڑھی جاتی ہیں، لیکن فرض اکٹھے پڑھتے ہیں، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟"

جواب: "جائز ہے۔"[26]

البتہ ضرورت محسوس کرنے پر کسی قدر تفصیل سے کام لیتے تھے۔ عید اور رمضان کی رؤیت کے بارے میں صوبہ خیبر پختون خوا میں ایک عرصہ سے یہ مسئلہ آرہا ہے، کہ یہاں عید اور رمضان کا اعلان مرکزی حکومت سے ایک دن پہلے ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ذرا تفصیل طلب تھا، اس لیے مفتی صاحبؒ نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ایک پورا مقالہ لکھا ہیں، جس میں اس مسئلہ کے تمام جوانب پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہیں۔[27]

جوابات میں فقہی جزئیات کی رعایت:

آپؒ کے فتاوی سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ آپؒ کو فقہی جزئیات پر مکمل عبور حاصل تھا۔ جواب دیتے وقت آپؒ حتی الامکان فقہی کتابوں سے کوئی فقہی جزئیہ ذکر کرتے، تاکہ مسئلہ کی پوری وضاحت ہو جائے۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ:

"ایک امام نے چند آدمیوں کو بلاوضو نماز پڑھائی ہے، لوگوں کو بتانا ضروری ہے یا نہیں؟"

جواب: "اگر یہ قوم معلوم اور معین ہو، تو ضروری ہے کہ خط وغیرہ کے ذریعے ان کو خبر دار کیا جائے۔"[28]

اور پھر اس جواب کی تائید کے لیے یہ فقہی جزئیہ نقل فرمایا:

"كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب"[29]

اگر امام مقتدیوں کو حالتِ حدث یا جنابت میں نماز پڑھائے، تو اس پر لازم ہے کہ ان کے بتائیں۔

اگر کسی مسئلہ میں کوئی فقہی جزئیہ موجود نہ ہوتا، تو پھر آپؒ قواعدِ کلیہ اور اصول سے استدلال کرتے۔

جواب کا مدلل ہونا:

کسی بھی مفتی اور فقیہ کے معتبر ہونے کے لیے یہ بات انتہائی اہم ہے، کہ ان کا "فتوی" قرآن، حدیث اور معتبر

فقہی کتابوں سے دیئے گئے حوالہ جات سے مزین ہو۔ مفتی محمد فرید صاحبؒ کے فتاوی کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے، کہ ان کے جوابات بھی قرآن، حدیث اور فقہی مصادر مثلا: فتاوی شامی، فتاوی عالمگیری، البحر الرائق اور بدائع الصنائع سے دیئے گئے دلائل کی روشنی میں ہوتے تھے۔ البتہ دلیل دیتے وقت آپؒ کا انداز مختلف ہوتا تھا، کبھی حدیث اور فقہی عبارت ذکر کیے بغیر صرف متعلقہ کتابوں کا حوالہ دیتے، کبھی حدیث کے پورے الفاظ اور فقہی کتابوں سے متعلقہ عبارت فتوی کے آخر میں درج کرتے، مثلا:

"ایک آدمی نے سوال کیا، کہ پیشاب کی چھینٹیں پڑنے سے عذابِ قبر کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟"

جواب: "ہاں ثابت ہے۔ رواہ ابو داؤد۔"[30]

یہاں مفتی صاحبؒ کا جواب کئی اعتبار سے سائل کی تشفی کے لیے کافی نہیں ہے، کیوں کہ سائل نے حدیث کے بارے میں پوچھا ہے، جبکہ مفتی صاحبؒ نے صرف کتاب کا تذکرہ کیا ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ حدیث کا مکمل حوالہ بھی نہیں دیا گیا، جس سے باب، صفحہ اور حدیث نمبر کے بارے میں معلوم ہو سکے۔

ایک جگہ سوال کیا گیا ہے کہ شرابی کا پسینہ نجس ہے یا پاک؟ اس سوال کے جواب میں مفتی صاحبؒ نے فتوی دیا ہے کہ:

"شرابی کا پسینہ نجس ہونا اور ناقض وضو ہونا مرجوح قول ہے۔ فلیراجع الی رد المحتار، ص ۶۴۹ جلد ۵۔"[31]

یہاں مذکورہ کتاب کی عبارت درج نہیں ہے، البتہ جلد اور صفحہ کی نشان دہی کی گئی ہے، جس سے آدمی متعلقہ عبارت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

بعض مقامات پر جواب کے ساتھ سرے سے دلیل ہی درج نہیں ہے، اگرچہ مفتی صاحبؒ نے جواب کسی دلیل کی بنا پر ہی دیا ہوتا ہیں، مثلا: ایک آدمی نے ہندو دھوبی کے بارے میں پوچھا کہ:

"اگر ہندو دھوبی کپڑے دھوئے، تو کیا وہ پاک ہو سکتے ہیں؟"

جواب: "ہندو کی نجاست اعتقادی ہے، اور وہ کپڑوں کو پاک کرنے کا اہل ہے۔"[32]

اس جواب پر غور کرنے سے دو باتیں سامنے آتی ہیں: ایک تو یہ کہ مفتی صاحبؒ کا یہ جواب دلیل اور حوالہ کے بغیر ہے۔ دوسری یہ کہ یہاں مفتی صاحبؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ کپڑے پاک ہوتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ اصولی جواب دیا کہ ہندو کے بدن میں کوئی ناپاکی نہیں ہے، جس کی وجہ سے کپڑے پاک نہ ہوں، البتہ نجاست اس کے عقیدے میں ہے، لیکن اس کے باوجود وہ کپڑے پاک کرنے کا اہل ہے۔

راجح قول پر فتوی دینا:

فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق فقیہ کے لیے راجح قول پر فتویٰ دینا ضروری ہے جس کا ذکر کرتے

ہوئے ڈاکٹر وھبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"الفتيا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع"[33]

مرجوح قول کے مطابق فتوی دینا اجماع کے خلاف ہے۔

مفتی صاحبؒ کے فتاوی میں اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نے "تثویب" کے متعلق پوچھتے ہوئے سوال کیا کہ:

"ہماری مسجد میں امام صاحب اذان کے بعد آواز دیتا ہے کہ "ایمان والو نماز کے لیے آؤ" دوسری طرف ایک مسجد کے امام صاحب نے حکم دیا ہے کہ جس مسجد میں یہ آواز ہو جائے، تو اس میں کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

جواب: "یہ تثویب ہے، اور مفتٰی بہ قول کی بنا پر یہ جائز ہے۔ اور مسجد میں کسی کی نماز ادا نہ ہونے کا قول کرنے والا یا تو جاہل ہے، یا متجاہل ہے۔"[34]

اذان کے بعد دوبارہ نماز کے لیے بلانے کو "تثویب" کہا جاتا ہے۔ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"والتثويب العود إلى الإعلام بعد الإعلام"[35]

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کے جواز و عدم جواز میں میں اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے، یا ناجائز؟ لیکن راجح قول کے مطابق یہ جائز ہے۔[36]

اب سائل "تثویب" کی دو مختلف صورتوں کو پیش کیا ہے لیکن مفتی صاحبؒ نے راجح قول کے مطابق فتوی دیا۔

جدید مسائل کے بارے میں علم:

جدید مسائل پر بھی آپؒ کے کافی فتاوی موجود ہیں، مثلا: چاند پر انسان کا اترنا،[37] ووٹ کی شرعی حیثیت،[38] میڈیکل کالج میں جسدِ میّت پر تجربات کرنا،[39] انعامی پرائز بانڈز اور انشورنس وغیرہ جن میں آپؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اقوال سے استفادہ کرتے تھے۔

حقائق کو تسلیم کرنا:

بعض لوگ "حقائق" کا انکار کرتے ہیں، اگر اُن کے سامنے کسی موجودہ حقیقت کا اظہار کیا جائے، اور وہ حقیقت ان کے نظریات سے متصادم ہو، تو وہ بغیر سوچے حقیقت کا ہی انکار کرنے لگتے ہیں۔ اس کے برعکس آپؒ کے "فتاوی" میں موجودہ حقائق کو تسلیم کرنے کی ایک اچھی روایت قائم کی گئی ہے، اور کسی نے اس حقیقت سے بظاہر متصادم قرآن کی کوئی آیت یا حدیث نبوی پیش کی ہو، تو اس کی مناسب انداز میں تأویل کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں ایک "فتوی" ملاحظہ کیجئے، استفتاء کے الفاظ چوں کہ فارسی زبان میں ہیں، اس لیے یہاں ان کا اردو ترجمہ لکھا جاتا ہے:

"قرآن کی متعدد آیات،[40] اقوال صحابہ کرامؓ[41] اور مفسرین کی تشریحات[42] کے مطابق چاند آسمان میں ہے، اس لیے کہ قرآن میں لفظ "فی" استعمال ہوا ہے، اور اہلِ لغت کے ہاں "فی" ظرفیت کے لیے آتا ہے۔ دوسری طرف قرآن سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ شیطان اور کافروں کا آسمان میں داخلہ ممنوع ہے۔ اس تناظر میں اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ امریکہ کے کچھ لوگ "چاند" پر پہنچ گئے، تو کیا یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے؟ جبکہ یہ قرآن سے انکار کے مترادف ہے۔"

جواب میں مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں:

"قرآن میں لفظ "فی" مستعمل ہے، جو کہ ظرفیت کے لیے ہے، لیکن ظرفیت کبھی واقعی ہوتی ہے، اور کبھی ظاہری، جیسے ایک جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ"[43]

"تو انہیں دکھائی دیا کہ سورج ایک دلدل جیسے سیاہ چشمے میں ڈوب رہا ہے"

باقی رہی یہ بات کہ "چاند آسمان میں ہے" یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ یونان کے فلاسفہ کا نظریہ ہے۔ لہذا اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ "امریکہ کے کافر چاند کو چڑھ گئے ہیں" تو اس کو تسلیم کرنے میں حکمتِ ایمانی کو کوئی نقصان نہیں، البتہ حکمتِ یونانی کا غلط ہونا ثابت ہو گیا۔"[44]

اس جواب کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مفتی صاحبؒ نے "چاند پر چڑھنے" کی حقیقت کو تسلیم کیا، اور "مستفتی" کے دیگر دلائل کے مناسب تأویل بھی پیش کی۔

کسی خاص سوال کا عام جواب دینا:

مفتی کے لیے حالات سے آگاہی ضروری ہے۔ اس لیے بسا اوقات سوال کسی خاص چیز کے بارے میں پوچھا جاتا ہے، لیکن جواب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے جواب میں عام الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مفتی صاحبؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں یہی طرز اپنایا ہے مثلاً ایک آدمی نے پوچھا کہ: "ایک شخص نے فرض حج ادا کیا ہے، اب حکومتِ پاکستان اپنے خرچہ پر ایسے شخص کو حج کے لیے بھیج رہی ہے، ایسے شخص کے لیے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟" جواب: "کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے۔"[45] چنانچہ سوال کرنے والے نے حکومتی اعانت کے بارے میں پوچھا ہے، جبکہ مفتی صاحبؒ نے جواب میں الفاظ کو عام کر کے فرمایا کہ: "کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے۔" گویا جواب سے اس مذکورہ سوال کا حکم معلوم ہونے کے ساتھ، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی کی اعانت سے بھی حج پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال:

بعض حضرات کا مفتیانِ کرام سے سوال عمل کی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ اپنے تنازعات میں "مفتی" کو فریق بنانا مقصود ہوتا ہے اس صورتِ حال میں ناتجربہ کار مفتی غیر شعوری طور پر کسی ایک فریق کی وکالت کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مسئلہ مزید گھمبیر صورتِ حال اختیار کرلیتا ہے۔ خصوصاً جب یہ اختلاف بھی لفظی حلت و حرمت سے اس کا تعلق نہ ہو اور خصوصاً ہمارے معاشرے میں جہاں پر کوئی ہمارے ہاں مختلف دینی جماعتوں کے پیروکار اپنے اپنے مؤقف کی حقانیت اور مقابلہ میں دوسرے کے مؤقف کے بارے میں باطل ہونے کا نظریہ پیش کرنے میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ بسا اوقات دونوں کی محنت اپنی جگہ درست اور اہمیت کی حامل ہوتی ہے، اسی تناظر میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ:

"زید کہتا ہے کہ: تبلیغ ہر مسلمان پر اور بالخصوص اوامر ونواہی میں ضروری ہے۔ جبکہ بکر کہتا ہے کہ: اب تبلیغ کا فریضہ ساقط ہے، کیوں کہ یہ پیغمبر علیہ السلام کی خصوصیت تھی، امت ہر یہ ذمہ داری نہیں ہے۔ تو ان میں کس کا قول صحیح ہے؟"

جواب: "بلغوا عنی ولو آیۃ وغیرہ نصوص کی بنا پر تبلیغ تا روزِ قیامت باقی ہے۔"[46]

مفتی صاحبؒ نے اس جواب کے ذریعہ مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائی، اور اختلاف کو مزید ہوا بھی نہیں دی۔ جس میں مفتیانِ کرام کے لے تعلیم ہے۔

تکفیر کے بارے میں نظریہ:

آج کل "تکفیر کا فتنہ" معاشرے میں اختلافات اور فسادات پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، جس کی وجہ ہر آدمی اپنے مخالف فریق اور مخالف نظریات رکھنے والے شخص پر بے دھڑک کفر کا فتوی لگا دیتا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں فقہاءِ احناف کا منہج انتہائی احتیاط کا ہے۔ مفتی صاحبؒ کے فتاوی سے بھی یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، کہ آپؒ تکفیر کے بارے میں انتہائی محتاط تھے۔

ایک آدمی نے سوال کیا کہ: "ایک شخص نے کہا کہ: سارے پیر کافر ومشرک ہیں، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، کہ وہ کافر ہوا، یا نہیں؟" جواب: "شاید اس شخص کی مراد استغراقِ عرفی ہو، یا رسمی پیر مراد ہوں، لہذا ایسے بے باک شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔"47 "استغراقِ عرفی" سے مراد اکثریت ہے، یعنی شاید وہ اکثر پیروں کے بارے میں ایسا کہہ رہا ہو۔ یا اس کی مراد وہ پیر ہوں، جو حقیقت میں اللہ والے اور صوفی نہ ہوں، بلکہ صرف رسمی طور پر مشہور ہوں۔ یعنی اس آدمی کے قول کی مناسب سی توجیہ کرکے اس پر کفر کا

فتوی لگانے سے احتراز کیا۔

یہی مسلک فقہاء احناف کا بھی ہے کہ اگر ایک آدمی کوئی ایسی بات کہے، کہ جس میں تمام ممکنہ احتمالات اس آدمی کے کفر کا تقاضہ کرتے ہوں، اور صرف ایک احتمال اس کے اسلام پر برقرار رہنے کا تقاضہ کرتا ہو، تو مفتی کو چاہئے کہ اس ایک احتمال کی بنیاد پر اس کو کافر قرار نہ دے، ہاں اگر اس آدمی کا اپنا موٴقف واضح طور پر سامنے آئے، تو الگ بات ہے۔

"اعلم أنه لو كان في المسألة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم"[48]

یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ایسے متعدد احتمال ہوں، جو کفر کا تقاضہ کرتے ہوں، جبکہ صرف ایک احتمال تکفیر سے بچنے کا بھی موجود ہو تو مفتی کی ذمہ داری ہے کہ مسلمان پر اچھا گمان کرتے ہوئے اسی ایک احتمال کا لحاظ کرتے ہوئے، اس پر کفر کا فتوی نہ لگائے۔

فتاوی عالمگیری میں اس مسئلہ کی وضاحت کے بعد لکھتے ہیں:

"إلا إذا صرح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التأويل حينئذ"[49]

البتہ اگر قائل خود وضاحت کرے، کہ میری مراد وہی احتمال ہے، جو کفر کا تقاضہ کرتا ہے، تو پھر اس کی بات کے لیے تأویلات بیان کرنا سود مند نہیں ہے۔

خلاصہ اور نتائج

مفتی محمد فرید صاحبؒ صوبہ خیبر پختونخوا کے ایک عظیم مفتی، قاضی اور فقیہ تھے۔ افغانستان اور صوبہ خیبر پختونخوا کے عوام میں آپؒ کا "فتوی" انتہائی مقبول ہے، جو یہاں کے لوگوں کی عبادات، معاشرت، معاملات اور سیاسیات پر کافی حد تک اثر انداز ہے۔ لہذا آپؒ کی فقہی خصوصیات اور منہج کو سمجھنا اس علاقہ کے لوگوں کے مزاج اور معاملات کی جان کاری کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔ ذیل میں آپؒ کی فقہی خصوصیات اور منہج کے بیان سے اخذ شدہ نتائج کو یُوں بیاں کیا جا سکتا ہیں:

1. آپؒ کے فتاوی جات مناسب قیود اور شرائط کی وجہ سے گویا قانونی دستاویز کی حیثیت رکھتے تھے۔
2. آپؒ کے فتاوی جات مختصر، لیکن مقصد کو بیان کرنے کے لیے مفید ہوتے تھے۔
3. آپؒ کے فتاوی جات مدلل ہوتے تھے، اگرچہ دلائل قرآن وحدیث کی بنسبت فقہی کتابوں سے ہوتے تھے، البتہ بعض فتاوی بغیر دلیل کے بھی دیئے گئے ہیں۔
4. فتاویٰ جات میں اکثر راجح قول کا اہتمام کرتے تھے۔

5. آپؒ حقائق کو تسلیم کرتے تھے، اور تعارض کی صورت میں مناسب تأویل بھی کرتے تھے۔
6. آپؒ کا فتوی عمومی نوعیت کا ہوتا تھا، جس سے سائل کے ذکر کردہ مخصوص سوال کے علاوہ دیگر متعلقہ امور کا حکم بھی معلوم ہوجاتا۔
7. اختلافی مسائل میں لوگوں کی سہولت کے لیے وسعت اور اعتدال کا پہلو نمایاں ہوتا اور تکفیر کے مسئلہ مین انتہائی احتیاط کرتے۔
8. آپؒ مناسب فقہی استعداد اور علمی وسعت کے ساتھ لوگوں کی مزاج اور عرف سے بھی واقف تھے، جس کی وجہ سے ان کے مسائل کو جاننے میں آسانی ہوتی تھی۔
9. موئثر پلیٹ فارم میسر ہونے کی وجہ سے آپؒ کی رائے کو معتبر سمجھا جاتا تھا۔
10. آپؒ نے عبادات کے علاوہ عقائد، معاملات، اخلاقیات، معاشرت، سیاست، تصوف اور جدید مسائل میں بھی لوگوں کی خاطر خوار ہنمائی فرمائی ہے۔

حواشی

[1] Shaheen, Maqsood Ahmad, Farish Ullah Yousafzai, and Amna Yousaf. "*Religious Madrassas in Pakistan: Analysis of Washington Post since*", Global Media Journal, IV, 2011. Retrieved from http://www.aiou.edu.pk/sab/gmj/GMJ%20Fall%202010_Spring%202011/Article_5.pdf-

[2] مولانا محمد رقیب مجددی، تجلیات فرید، الفرید اکیڈمی، صوابی، ۲۰۱۱ء، ص:۲۹۔

[3] ضیاء اللہ جدون، تذکرۂ علماء صوابی، جدون پرنٹنگ پریس، پشاور، ۲۰۱۵ء، ص:۴۸۷۔

[4] فتاوی حقانیہ، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک نوشہرہ، ج:۱، ص:۹۶۔

[5] تجلیات فرید، ص:۳۳۔

[6] http://www.farooqia.com/ur/lib/1435/07/p54.php-

[7] تجلیات فرید، ص:۳۸۔

[8] تذکرۂ علماء صوابی، ص:۴۷۹۔

[9] انٹرویو: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی فرزند مفتی محمد فریدؒ، بروز پیر ۹ ستمبر ۲۰۱۹ء، مقام: خانقاہ مفتی محمد فریدؒ زروبی صوابی۔

[10] مفتی محمد فرید، فتاوی فریدیہ، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، ج ا:، ص:۳۲، ۳۳۔

[11] تذکرۂ علماء صوابی، ص:۴۷۹۔

[12] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۳۲۔

[13] تذکرۂ علماء صوابی، ص:۴۸۰۔

[14] فتاوی حقانیہ، ج:۱، ص:۹۴۔

[15] مفتی صاحب کی تصانیف کے تفصیلی تعارف کے لیے دیکھئے: فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۳۴، ۳۵۔

[16] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۶۱۔

[17] انٹرویو: مفتی انور شاہ صاحب، نگران دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ زروبی صوابی، بروز پیر ۹ ستمبر ۲۰۱۹ء، مقام: دارالعلوم صدیقیہ زروبی صوابی۔

[18] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۶۲۔

[19] تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۲۰۳ – ۲۰۹۔

[20] تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۳۵۸ – ۳۹۹۔

[21] تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۵۴۹ – ۵۷۹۔

[22] تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۴۰۰ – ۴۱۸۔

[23] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۲۵۷ – ۲۸۰۔

[24] علامہ شامی، محمد امین ابن عابدین، نشر العرف، تحقیق: مفتی ثناء اللہ، مرکز البحوث الاسلامیۃ، مردان، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، ص:۱۵۲۔

[25] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۴۱۲۔

[26] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۲۲۹۔

[27] فتاوی فریدیہ، ج:۴، ص:۸۶ – ۹۴۔

[28] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۵۹۹۔

[29] حصکفی، محمد بن علی، الدر المختار، دار الکتب، بیروت، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج:۱، ص:۵۹۱۔

[30] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۱۲۶۔

[31] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۱۲۳۔

[32] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۱۲۶۔

[33] زحیلی، ڈاکٹر وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، ج:۱، ص:۱۲۹۔

[34] فتاوی فریدیہ، ج:۲، ص:۱۹۳۔

[35] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی، بیروت، ج:۱، ص:۲۷۴۔

[36] ابن عابدین شامی، محمد امین بن عمر، رد المحتار، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج:۱، ص:۳۸۹۔

[37] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۵۱۷۔

[38] فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۵۵۰۔

[39] فتاوی فریدیہ، ج:۳، ص:۳۳۲۔

[40] سورۃ الفرقان:۶۱، سورۃ نوح:۱۶، سورۃ یسین:۴۰۔

[41] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ چاند آسمان میں ہے۔ دیکھئے: ابن عطیہ، عبد الحق بن غالب، تفسیر ابن عطیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج:۵، ص:۳۷۵۔

[42]ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج:۸، ص:۲۴۷۔

[43]سورۃ الکھف:۸۶۔

[44]فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۵۱۸۔

[45]فتاوی فریدیہ، ج:۴، ص:۲۲۳۔

[46]فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۲۲۰۔

[47]فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۹۶۔

[48]ردالمحتار، ج:۴، ص:۲۳۶۔

[49] الفتاوی الھندیۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۰ھ، ج:۲، ص:۲۸۳۔